بکار گذری ہے!" کے مصداق عمر کے بہتر اور بیشتر حصے کے دوران جسم و جان کی بہتر اور بیشتر توانائیاں نوید نبوی ؐ : " خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ " کے مطابق بہترین کام میں صرف ہوئی ہیں۔ گویا ع " شکر صد شکر کہ جمازہ بمنزل رسید!" ـــــ اس کے ساتھ ہی دل میں اس امید کا چراغ بھی روشن ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی توفیق عطا فرمائی تو لغزشوں، خطاؤں اور کوتاہیوں سے درگذر فرماتے ہوئے شرفِ قبول بھی ضرور عطا فرمائے گا۔ اور عجیب نویدِ جانفزا کا معاملہ ہے کہ جیسے ہی یہ الفاظ نوکِ قلم سے صفحۂ قرطاس پر مرتسم ہوئے ایک جانب دل کی گہرائیوں سے حدیثِ قدسی کے الفاظ طلوع ہوئے کہ " اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ!" اور دوسری جانب ذہن میں کسی شاعر کا مصرعہ ابھرا ع " وَاَرْجُوْہُ رَجَاءً لَا یَخِیْبُ!" ـــــ ربّنا تقبّل منّا انّک انت السّمیعُ العلیم وتُب علینا انّک انت التّوّاب الرّحیم آمین یا ربّ العٰلمین!!

دعوتِ رجوع الی القرآن کے اہم سنگ ہائے میل

اوپر جو تفاصیل بیان کی گئی ہیں اُن کی رُو سے دعوت و تحریکِ قرآنی کا یہ ساڑھے تئیس سالہ سفر پانچ ادوار میں منقسم قرار پاتا ہے ـــــ لیکن اس کے اہم سنگ ہائے میل کی نشاندہی کے لئے اسے دو بڑے بڑے حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ـــــ یعنی پہلا اواخر ۱۹۶۵ء میں میری انفرادی مساعی کے آغاز سے مارچ ۱۹۷۲ء میں انجمن خدّام القرآن کی تاسیس تک، گویا ساڑھے چھ سال پر محیط، ـــــ اور دوسرا قیامِ انجمن کے بعد سے آج تک کے سترہ سالوں پر مشتمل، (اگرچہ گذشتہ دو سالوں کے دوران اصولی اعتبار سے ایک تیسرے دَور کی داغ بیل پڑ چکی ہے، جس کا ذکر بعد میں آئے گا!)۔

ان میں سے پہلا دور طوالت میں بھی کم تھا، اور اس کے دوران صرف ایک حقیر و بے بضاعت فردِ واحد اپنی سی کوشش کر رہا تھا، جبکہ دُوسرا دور طویل تر بھی ہے اور اس

میں ایک انجمن اور ایک تنظیم کی مساعی بھی شامل ہیں لیکن اس دعوت و تحریک کے اہداف کی تعیین اور مزاج کی تشکیل کے اعتبار سے اصل اہمیت پہلے ہی دور کو حاصل ہے، جسے جدید اصطلاح میں اس کا ' FORMATIVE PERIOD ' قرار دیا جا سکتا ہے۔

——— لہٰذا اس دورِ اوّل کے تین اہم سنگ ہائے میل کا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ کیا جا رہا ہے، چونکہ وہ درحقیقت اس تحریک کے سنگ ہائے اساس کی حیثیت رکھتے ہیں، یعنی :

۱ ۔ مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب

۲ ۔ لاہور کے ' حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن ' ——— اور اتوار کی صبح کا مرکزی درس۔

۳ ۔ ' دارالاشاعت الاسلامیہ ' ——— اور سلسلۂ مطبوعات قرآن اکیڈمی۔

۱۔ مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب

راقم نے اپنی اس دعوتِ قرآنی کی اساس ' مطالعۂ قرآن حکیم کے ایک منتخب نصاب ' کو بنایا تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ جو کامیابیاں اُسے حاصل ہوئیں ان کا سب سے بڑا راز اِسی منتخب نصاب میں مضمر ہے۔ اس لئے کہ اُن حضرات سے قطع نظر جنہیں قسمت ابتدا ہی سے عربی مدارس میں پہنچا دیتی ہے اور وہ اسی قدیم مذہبی نظامِ تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہیں اور اس طرح ان کے تو گویا شب و روز قال اللہ اور قال الرسولؐ کی فضا ہی میں بسر ہوتے ہیں، سکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے قرآن مجید کا ابتدا سے انتہا تک تسلسل کے ساتھ مطالعہ نہایت کٹھن کام ہے۔ اور اس کے لئے ایک نہایت مضبوط قوتِ ارادی درکار ہے۔ جبکہ یہ منتخب نصاب جو حجم کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ دو پارے کے لگ بھگ یعنی کل قرآن کے پندرھویں حصّے کے برابر ہے، ایک نہایت حکیمانہ تدریج اور منطقی ترتیب کے ساتھ نہ صرف یہ کہ، فقہی اور تاریخی مباحث کے سوا، قرآن حکیم کے

جملہ بنیادی مضامین اور تعلیمات کو بخوبی ذہن نشین کر دیتا ہے بلکہ ایک جانب قرآن کے مخصوص اسلوب اور طرزِ بیان، اور دوسری جانب اُس کے فطری منہجِ استدلال (LINE OF ARGUMENT) سے بھی واقفیت ہی نہیں گہری مناسبت عطا کر دیتا ہے ـــــ اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کی عظمت کا ایسا نقش دل پر قائم کر دیتا ہے کہ وہ مضبوط قوتِ ارادی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے جو پورے قرآن کے مسلسل مطالعے کے لئے ضروری ہے۔

اب سے دس بارہ سال پہلے جب اس منتخب نصاب میں شامل آیات و سُوَرِ قرآنی کو پہلی بار یکجا کتابی صورت میں شائع کیا گیا تو راقم نے اس کا تاریخی پس منظر تفصیلاً بیان کر دیا تھا ـــــ جو درج ذیل ہے:

"آغاز ہی میں یہ بات عرض کر دینی مناسب ہے کہ یہ نصاب راقم کا 'طبعزاد' نہیں ہے بلکہ اس کا اصل ڈھانچہ مولانا امین احسن اصلاحی کا تیار کردہ ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ۵۲-۱۹۵۱ء میں جب راقم الحروف اسلامی جمعیت طلبہ لاہور و پنجاب کا ناظم تھا اُس نے جمعیت کے زیرِ اہتمام طلبہ کے دو تربیتی کیمپ منعقد کئے تھے ایک دسمبر ۱۹۵۱ء میں کرسمس کی تعطیلات میں اور دوسرا ۱۹۵۲ء کی تعطیلاتِ موسم گرما میں ـــــ ان تربیت گاہوں میں قرآن حکیم کا درس مولانا اصلاحی مدظلہ نے دیا تھا اور اس غرض سے انہوں نے ایک نصاب تجویز کیا تھا جو درج ذیل ہے:

۱۔ انسان کی انفرادی زندگی کی رہنمائی کے لئے سورۂ لقمان کا دوسرا اور سورۂ فرقان کا آخری رکوع۔

۲۔ عائلی زندگی سے متعلق ـــــ سورۂ تحریم مکمل۔

۳۔ قومی، ملی اور سیاسی زندگی کی رہنمائی کے ذیل میں سورۂ حجرات مکمل۔

۴۔ فریضۂ اقامتِ دین کے ذیل میں سورۂ صف مکمل۔

۵۔ اور تحریک اسلامی سے متعلق مختلف مسائل میں رہنمائی کے ذیل میں سورۂ عنکبوت مکمل۔

راقم کی خوش قسمتی تھی کہ اسے بطور ناظم ان دونوں تربیت گاہوں میں شرکت کا موقع ملا اور یہ مقامات اُس نے دوبار مولانا اصلاحی صاحب سے براہ راست پڑھے اور راقم نے ان مقامات کو اس طرح اخذ کر لیا کہ "بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً" (پہنچاؤ میری جانب سے چاہے ایک ہی آیت) کے مصداق انہیں آگے پڑھانے کے لیے بھی کسی قدر اعتماد پیدا ہو گیا۔ چنانچہ زمانہ طالب علمی میں جمعیت کے اجتماعات میں بھی راقم مطالعۂ قرآن کی ذمہ داریاں نبھاتا رہا۔ تعطیلات کے زمانے میں ساہیوال میں ——— جماعتِ اسلامی کے اجتماعات میں بھی ان مقامات کا درس دیتا رہا اور رمضانِ مبارک کے ایک تربیتی پروگرام میں پورا نصاب بھی پڑھایا۔ ۱۹۵۴ء میں ملتان میں منعقدہ جمعیت کی ایک تربیت گاہ میں راقم نے پھر یہ نصاب اسی تدریج کے ساتھ پڑھایا۔ بعد میں جب ساہیوال میں راقم نے ایک "اسلامی ہاسٹل" قائم کیا تو اس میں مقیم طلبہ کو بھی راقم نے اس پورے نصاب کا درس دیا۔ اس کے بعد جب راقم کراچی میں تھا تو وہاں بھی مقبول عام ہاؤسنگ سوسائٹی میں ایک حلقہ قائم کر کے اسی منتخب نصاب کا درس دیا گیا۔

البتہ اس عرصے کے دوران میں وقتاً فوقتاً راقم اس بنیادی نصاب میں اضافے کرتا رہا۔ جن سے اس نصاب کی ایک واضح بنیاد بھی قائم ہو گئی اور مختلف مقامات کے مضامین میں جو فاصلے تھے وہ بھی بہت حد تک پاٹ دیئے گئے۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ بھی خود راقم یا کوئی اور شخص اس میں مفید اضافے کر سکے۔ تاہم اس وقت راقم کا گمان ہے کہ ایک خاص نقطۂ نظر سے قرآن حکیم کا جو انتخاب اس نصاب میں کیا گیا ہے وہ بہت حد تک مکمل بھی ہے اور نہایت مفید بھی۔

آگے چلنے سے پہلے اس "خاص نقطۂ نظر" کی وضاحت بھی ہو جائے تو اچھا ہے۔ وہ نقطۂ نظر یہ ہے کہ ایک مسلمان کے سامنے یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ اُس کے دین کے تقاضے اس سے کیا ہیں اور اُس کا رب اُس سے کیا چاہتا ہے! گویا دین کے تقاضوں اور مطالبوں کا ایک اجمالی لیکن جامع تصور پیش کرنا اس انتخاب

کا اصل مقصود ہے، ویسے ضمناً اس سے خود دین کا ایک جامع تصور بھی آپ سے آپ واضح ہوجاتا ہے اور محدود مذہبی تصورات کی جڑیں خود بخود کٹتی چلی جاتی ہیں۔"

اس نصاب کا نقطۂ آغاز سورۃ العصر ہے اور نقطۂ عروج سورۃ الحدید۔ چنانچہ اس کے حصہ اوّل میں سورۃ العصر کے ساتھ تین مزید جامع اسباق شامل ہیں یعنی حقیقت برّ و تقویٰ کی وضاحت کے لئے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ (آیت البرّ)، حکمت قرآنی کی اساسات اور مقام عزیمت کی تشریح کے لئے سورۂ لقمان کا دوسرا رکوع اور "حظِّ عظیم" کی وضاحت کے لئے سورۂ حٰمٓ السجدہ کی آیت ۳۰ تا ۳۶، اور حصہ آخر (ششم) مشتمل ہے مکمل سورۃ الحدید پر جو امتِ مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں قرآن حکیم کی جامع ترین صورت ہے۔

درمیانی چار حصے سورۃ العصر میں بیان شدہ چار لوازمِ نجات کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ حصہ دوم میں ایمان کی حقیقت و ماہیت اور اس کے اجزاءِ ترکیبی کی وضاحت کے لئے سورۃ الفاتحہ، سورۂ آلِ عمران کی آیات ۱۹۰ تا ۱۹۶، سورۂ نور کا پانچواں رکوع، سورۂ تغابن کامل، اور سورۂ قیامہ کامل شامل ہیں ـــــ اسی طرح حصۂ سوم میں 'عملِ صالح' کی وضاحت کے لئے بندۂ مومن کی انفرادی سیرت کی تعمیر کے اساسی لوازم کے بیان میں سورۂ مومنون کی ابتدائی گیارہ آیات اور سورۂ معارج کی آیات ۱۹ تا ۳۵، مردِ مومن کے اخلاقِ حسنہ اور اوصافِ عالیہ کی تصویرکشی کے لئے سورۃ الفرقان کا آخری رکوع، عائلی زندگی کے خدوخال نمایاں کرنے کے لئے سورۂ تحریم (کامل)، مسلمانوں کی معاشرتی و سماجی زندگی کے اصولوں کی وضاحت کے لئے سورۂ بنی اسرائیل کا تیسرا اور چوتھا رکوع، اور مسلمانوں کی حیاتِ ملّی و سیاسی کے اصولوں کے ضمن میں جامع ترین ہدایت نامہ کے طور پر سورۂ حجرات (مکمل) شامل ہیں۔

'تواصی بالحق' کے ضمن میں 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' اور 'دعوت الی اللہ' کا ذکر تو جامع اسباق ۳ و ۴ میں موجود ہے، اسی طرح ایمان حقیقی کی شرط لازم 'جہاد فی سبیل اللہ' کا تذکرہ نہایت زوردار انداز میں سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۱۵ میں آجاتا ہے ـــــ لہٰذا منتخب نصاب کا حصہ چہارم کُل کا کُل جہاد و قتال فی سبیل اللہ کی تشریحِ مزید کے لئے وقف ہے۔ چنانچہ اس میں اوّلاً سورۂ حج کا آخری رکوع (جو بجائے خود نہایت ہی جامع مقام ہے) اور سورۂ توبہ

کی آیت ۲۴ اور پھر سورۂ صف، سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون (کامل) شامل ہیں ـــــ اسی طرح "تواصی بالصبر" کی بھی اصل اساسات تو حصّہ اوّل میں شامل جامع اسباق میں موجود ہیں، حصّہ پنجم میں اوّلین اور اہم ترین حصّہ تو مشتمل ہے سورۂ عنکبوت کے پہلے اور آخری تین رکوعوں پر ـــــ اور اُن پر مستزاد ہیں قتال فی سبیل اللہ کے ضمن میں صبر و مصابرت کی تاکید پر مشتمل سورۂ بقرہ کی آیات ۱۵۳ تا ۱۵۷ اور آیت ۲۱۴، سورۂ انفال کا پہلا اور آخری رکوع، سورۂ آلِ عمران کی آیات ۱۲۱ تا ۱۲۹ اور ۱۳۹ تا ۱۴۸، سورۂ احزاب کا دوسرا اور تیسرا رکوع، اور بالآخر سورۂ توبہ کا چھٹا اور ساتواں رکوع۔

اور جیسے کہ عرض کیا جا چکا ہے، آخر میں آتی ہے اُمّ المسبّحات سورۃ الحدید جو ان تمام مباحث کو نہایت جامعیت کے ساتھ ایک بار پھر سامنے لے آتی ہے، اس سورۂ مبارکہ کی عظمت و جامعیت کا جو نقش راقم الحروف کے قلب پر قائم ہے وہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ مختصر یہ کہ اگر سورۃ العصر کو گلاب کے پودے کے بیج سے تعبیر کیا جائے تو سورۃ الحدید اس پودے کی چوٹی پر کھلے ہوئے حسین و جمیل پھول کے مانند ہے، اب اگر امام شافعیؒ سورۃ العصر کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ "لَوْ تَدَبَّرَ النَّاسُ هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَوَسِعَتْهُمْ" اور "لَوْ لَمْ يُنَزَّلْ مِنَ الْقُرْآنِ سِوَاهَا لَكَفَتِ النَّاسَ"، تو میں نہیں کہہ سکتا کہ سورۃ الحدید کے بارے میں کیا کہا جائے کہ اُس کا حق ادا ہو سکے! راقم کے نزدیک تو یہ معاملہ خالصتہً ع "اے برون از وہم و قال و قیلِ من!" والا ہے۔ اور یہاں گھٹنے ٹیک دینے ہی میں عافیت ہے!

راقم الحروف کے پاس کوئی ریکارڈ تو ظاہر ہے کہ محفوظ نہیں لیکن وہ یہ بات پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اُس نے اس پورے منتخب نصاب کے درس کی سعادت کم از کم پچاس مرتبہ تو ضرور حاصل کی ہوگی۔ اس لئے کہ لاہور میں جب ۶۸-۱۹۶۷ء میں حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن قائم کئے تو ان سب میں اسی کا درس دیا، پھر مسجد خضرا سمن آباد میں مرکزی درس کا آغاز ہوا تو وہاں بھی دوبارہ اسی کا درس دیا۔ پھر یہ مرکزی درس مسجد شہداء منتقل ہوا تو وہاں بھی اس کا اعادہ کیا۔ پھر جا بجا قرآنی تربیت گاہیں قائم کیں تو اُن میں بھی ان ہی مقامات کا درس دیا۔ بیرونی ممالک میں جانا ہوا تو وہاں بھی ع "اَلا حدیثِ دوست کہ تکرار می کنیم!" کے مصداق اسی کو بیان کیا۔ پھر موقع اور مقام اور سامعین کی ذہنی سطح کے فرق کی مناسبت

سے ان دروس میں طوالت یا اختصار کے اعتبار سے بھی فرق ہوتا رہا اور بیان کی سلاست یا علمی ثقالت کے اعتبار سے بھی۔ چنانچہ اس نصاب میں شامل ہر مقام کے راقم الحروف کے دو دو ڈھائی ڈھائی گھنٹے کے دروس بھی ٹیپ کی ریلوں (SPOOLS) میں محفوظ ہیں اور نہایت مختصر اور آسان دروس کے کیسٹ بھی موجود ہیں ــــــ اور اب کچھ عرصہ سے خود راقم کے اسی منتخب نصاب کے دروس کا سلسلہ بند ہو چکا ہے تو بحمد اللہ کم از کم پندرہ بیس نوجوان ایسے تیار ہو چکے ہیں جو اس کا درس نہایت خوش اسلوبی سے دے رہے ہیں۔ اللہ ان کے عزم اور ارادے کو برقرار رکھے ــــــ اور ان کی صلاحیت اور استعداد میں ترقی عطا فرمائے ! ــــــ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ ان میں میرے صُلبی بیٹے بھی شامل ہیں، ورنہ میں تو ان سب کو اپنی معنوی اولاد اور صدقۂ جاریہ سمجھتا ہوں ــــــ اور علامہ اقبال کے شعر میں تھوڑے سے تصرف کے ساتھ دست بدعا ہوں کہ ؎

یہ ہیں صدف تو تیرے ہاتھ ان کے گہر کی آبرو
یہ ہیں خزف تو تو انہیں گوہرِ شاہوار کر!

۲۔ لاہور کے حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن اور اتوار کی صبح کا

مرکزی درس

لاہور میں راقم نے ' حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن ' کا آغاز جس طرح کیا اس کا مختصر تذ... عام قارئین کی دلچسپی اور اس راہ کے "تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل" کے مصداق نئے ساتھیوں کی رہنمائی کے لئے مفید ہو گا۔

۱۔ تدریسِ عربی | اسلام پورہ (سابقہ کرشن نگر) کی کوثر روڈ (سابقہ امرت روڈ) پر ایک مکان خرید کر اپنی رہائش اور مطب شروع کرنے کے فوراً

بعد میں سنے آس پاس کی تین مساجد میں نمازیں ادا کرنی شروع کیں اور نمازیوں میں سے نوجوانوں سے میل جول بڑھانا شروع کیا۔ اور چند ہی دنوں میں ان میں سے بعض کو آمادہ کر لیا کہ وہ مجھ سے ابتدائی عربی سیکھنے کے لیے بعد نمازِ عشاء وقت نکالیں۔ پھر ان ہی کے ذریعے ان مساجد یا اُن کے قریب کے مکانوں میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس ضمن میں ایک لطیفہ بھی یاد آیا۔ میرے سمن آباد کے درس کے آغاز کے بعد جب لاہور میں چرچا زیادہ ہوا تو پاکستان ریلوے کے بعض سینئر آفیسروں نے بھی مجھ سے عربی زبان کے ابتدائی قواعد سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ میں نے ہفتے میں تین دن کرشن نگر کے نوجوانوں کے لئے مختص کر دیئے اور تین دن ان حضرات کے لئے۔ میرا تیسرا بیٹا عزیزم عاطف وحید سلمہٗ اُن دنوں دو ڈھائی سال کا تھا اور میرے ہی ساتھ سویا کرتا تھا، نمازِ عشاء کے بعد اُسے سونے کی جلدی ہوتی تھی اور میں عربی کی کلاس میں مصروف ہوتا تھا، لہٰذا وہ بار بار آ کر دیکھا کرتا تھا کہ 'طالب علم' رخصت ہو گئے یا نہیں ـــــ ایک روز جب اتفاق سے 'بزرگوں' کی باری تھی، اُس نے دو تین چکّر لگانے کے بعد بالآخر تنگ آ کر کہا: "ابّی بچّوں کو چھٹّی دیدیں" اس پر پوری محفل زعفران زار ہو گئی ـــــ اس لئے کہ اُن 'بچّوں' میں ایک شاہ محمد ظفر صاحب تھے جن کی نہ صرف داڑھی بلکہ پوری شکل و شباہت ماشاء اللہ بالکل مولانا احمد علیؒ جیسی تھی، ایک خالد احمد صاحب تھے جو اُس وقت پاکستان ریلوے کے ڈپٹی چیف انجنیئر تھے اور ان کا چہرہ بھی ماشاء اللہ خاصی طویل اور سفید برّاق داڑھی سے مزیّن تھا۔ اور باقی دو تین حضرات بھی ریلوے کے اعلیٰ افسروں میں سے تھے۔!

۲۔ مرکزی درس لاہور کے حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن میں اوّلین دو حلقے کرشن نگر میں قائم ہوئے، ایک[1] جامع مسجد سرن روڈ میں اور دوسرا عمر روڈ پر واقع زبیری صاحب مرحوم کے مکان پر! پھر جماعتِ اسلامی کے سابقہ تعلق کے اشتراک کی بنیاد

---

[1] جہاں میں نے کئی سال تک رمضان المبارک میں اعتکاف بھی کیا ـــــ اور چونکہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگ سیّد علاؤ الدین شاہ بھی وہیں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور (باقی اگلے صفحہ پر)

پر تیسرا حلقہ دل محمد روڈ کے علاقے[1] میں مولوی برکت علی صاحب کی بلڈنگ میں قائم ہوا۔ پھر سمن آباد میں درس شروع ہوا جس نے بعد میں لاہور کے مرکزی درس کی حیثیت حاصل کر لی۔

اُس کی تقریب یوں ہوئی کہ میرے پھوپھی زاد بھائی شیخ نصیر احمد صاحب نے اپنے مکان میں کچھ تعمیری تبدیلیاں اور اضافے کیے جس سے ایک کمرہ اتنا بڑا نکل آیا کہ اُس میں ستر اسّی آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ میں نے جب پہلی مرتبہ اسے دیکھا تو بے اختیار زبان سے "عمر ایں خانہ بایں خوبی آتش کدہ بائیستے!" کے مصداق یہ الفاظ نکل گئے: "یہاں تو قرآن مجید کا درس ہونا چاہیئے"۔ میرے پھوپھا شیخ نثار احمد نے جو میرے والد مرحوم کے حقیقی تایا زاد بھائی ہونے کے ناطے میرے تایا بھی تھے میرے الفاظ کو فوراً پکڑ لیا ـــــ کہ "پھر دیر کس بات کی ہے' فوراً شروع کر دو!" ـــــ اور اس طرح اتوار کی صبح کا ہفتہ وار درس ۲۱۱۔این، سمن آباد میں شروع ہو گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پہلے ایک دو دروس میں تیس پینتیس افراد شریک تھے' پھر یہ تعداد پچاس تک پہنچی' اور چند ماہ کے اندر اندر یہ درس کمرے کی وسعت سے نکل کر باہر لان تک پہنچ گیا جس کے لیے لاؤڈ سپیکر خریدنا پڑا[2]۔ اور جب بات اس سے بھی آگے بڑھ گئی تو مسجد

(تسلسل) اس کے دوران ان کے مسترشدین کا وہاں اجتماع ہوتا تھا اور وہ سلوک کے مسائل بیان فرمایا کرتے تھے لہٰذا میں بھی براہ راست نہ سہی بالواسطہ مستفید ہوتا رہا۔

[2] ان سطور کی تحریر کے وقت تک پھوپھی صاحبہ اور پھوپھا صاحب کا بھی انتقال ہو چکا ہے' اور نہ صرف یہ کہ پھوپھی زاد بھائی شیخ نصیر احمد بھی انتقال فرما چکے ہیں بلکہ ان کے چھوٹے بھائی شیخ بشیر احمد بھی داغِ مفارقت دے چکے ہیں' جو میرے بہنوئی بھی تھے ـــــ لیکن راقم کے شعور اور حافظہ میں ان محبت بھری مجلسوں کی یاد ابھی تک تازہ ہے جو کئی سال تک ۲۱۱۔این سمن آباد میں ہر جمعہ اور اتوار کو منعقد ہوتی رہیں' اس لیے ہر جمعہ کی نماز اور اتوار کے درس کے بعد مسجد خضراء سے کرشن نگر واپسی کے دوران راستے میں وہاں لازماً ٹھہرنا ہوتا تھا اور پھوپھی صاحبہ اور پھوپھا صاحب کی شفقت بھری تواضع اور بھائی نصیر احمد صاحب کی پُرخلوص مدارات کے ساتھ چائے کا (مع لوازمات) دَور چلتا تھا ـــــ اور واضح رہے کہ اس سے 'استفادہ' میں تنہا نہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

خضرا،سمن آباد کی انتظامیہ کے ذمہ دار حضرات نے جو خود بھی پابندی سے درس میں شریک ہوتے تھے اصرار کیا کہ اس درس کو مسجد میں منتقل کر دیا جائے، میں مساجد کے معاملے میں مخالف تھا کہ وہاں چوہدریوں کے درمیان رسہ کشی ہوتی ہے، لہٰذا ابتداء میں تو میں نے معذرت کی۔ لیکن بعد میں اس مجبوری کے باعث اُن کی دعوت قبول کر لی کہ شرکاء درس اب کسی طور مکان میں نہ سما سکتے تھے اور اس طرح آٹھ دس سال کے لئے مسجد خضرا،سمن آباد اس دعوت و تحریکِ قرآنی کا مرکز بن گئی۔

مسجد خضرا،سمن آباد کے اتوار کی صبح کے اس ہفتہ وار درسِ قرآن کی شہرت بہت جلد پورے لاہور میں اور پھر اس سے باہر دور دور تک پہنچ گئی چنانچہ اس میں لاہور کے کونے کونے ہی سے نہیں، بیرونِ لاہور سے باضابطہ شدِ رحال کر کے بھی لوگ شرکت کے لئے آتے تھے۔ لہٰذا بہت جلد اس کی حاضری دو ڈھائی سو، اور پھر تین ساڑھے تین صد تک پہنچ گئی جو بعض خاص خاص مواقع پر پانچ سو تک بھی ہو جاتی تھی[۱] ——— پھر یہ درس اوسطاً ڈھائی گھنٹے پر محیط

تسلسل) کرتا تھا بلکہ ان دونوں مواقع پر میرے کُل اہل و عیال بھی ساتھ ہوتے تھے۔ اس لئے کہ میں اپنے بیٹوں کو تو دوسرے تمام دروسِ قرآن میں بھی ساتھ لے جاتا تھا، جمعہ کے اجتماع اور اتوار کے درس میں تو میری اہلیہ اور بچیاں بھی لازماً شریک ہوتی تھیں۔ (جس کا اسی دنیا میں نقد صلہ مجھے یہ ملا ہے کہ میرے کُل اہل و عیال بحمداللہ میرے مشن میں میرے ساتھ شریک ہیں) بہر حال پھوپھا صاحب مرحوم، پھوپھی صاحبہ مرحومہ اور بھائی نصیر احمد و بشیر احمد مرحوم کا حق اس دعوت و تحریکِ قرآنی کے جملہ وابستگان اور استفادہ کنندگان (BENEFICIARIES) پر یہ ہے کہ وہ اُن کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہا کریں!

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَادْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا (آمین)

اور جب حق کی ادائیگی کا معاملہ زیرِ بحث آ ہی گیا ہے تو یقیناً حق تلفی ہوگی اگر یہ ذکر نہ ہو جائے کہ جب تک میرے پاس اپنی گاڑی نہ تھی، میاں محمد رشید صاحب رسول پارک اچھرہ سے اپنی گاڑی پر کرشن نگر جاتے تھے اور ہم سب کو لے کر سمن آباد آتے تھے ——— اور پھر واپس بھی پہنچایا کرتے تھے ——— فَجَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

[۱] (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوتا تھا۔ اور الحمدللہ کہ اس میں سے کسی شخص کو کبھی اٹھتے نہیں دیکھا گیا۔ اس طرح لاہور کی دینی فضا میں یہ درس ایک دھماکے سے کسی طرح کم نہ تھا۔ جس سے ایک خوشگوار حیرت کا تأثر پورے لاہور اور اُس کے گرد و نواح پر طاری ہوگیا کہ ؎

"ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی!"

۲۔ خطباتِ جمعہ مسجدِ خضراء کے خدام اور منتظمین کا تعاون بھی اس پورے عرصے کے دوران نہایت مثالی رہا۔ انہیں اس پر خوشی بھی تھی کہ اُن کی مسجد پورے لاہور کی توجہات کا مرکز بن گئی ہے تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُن حضرات کی طرف سے اصرار ہوا کہ جمعہ میں خطاب بھی آپ ہی فرمائیں۔ چنانچہ ابتداءً خطبۂ مسنونہ سے قبل خطاب ـــــ اور اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد باضابطہ خطیبِ مسجد کی ذمہ داری بھی میرے کندھوں پر آگئی ـــــ اور میں نے اس خطبۂ جمعہ کو بھی اکثر و بیشتر درسِ قرآن کی صورت ہی دی، چنانچہ خود مجھے بھی اپنے ذاتی سرور اور کیف کا عالم یاد ہے، اور بہت سے دوسرے احباب بھی آج تک اُن تأثرات کا ذکر کرتے ہیں جو اُس وقت پیدا ہوئے تھے جب میں نے ایک خطابِ جمعہ میں پوری سورۂ قیامہ کا درس کھڑے ہوکر خطیبانہ انداز میں دیا تھا ـــــ بہرحال اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اتوار کی صبح کے درس ہی کی مانند، جمعہ کا خطاب بھی پورے لاہور میں مشہور ہوگیا ـــــ اور اس کے لئے بھی دُور دُور سے لوگ آنے لگے۔ یہاں تک کہ مسجد اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گئی!

مسجدِ خضراء سمن آباد میں اس دعوتِ قرآنی کو جو پذیرائی حاصل ہوئی اس پر میں خود، اور میرے قریبی ساتھی سب کے سب، شدید حیران تھے ـــــ لیکن بالآخر اس کا راز ایک روز کھل ہی گیا ـــــ آج کے عقلیت زدہ بلکہ گزیدہ لوگ تو شاید اس بات پہ ناک بھوں چڑھائیں ـــــ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مسجدِ خضراء کی اس اِستثنائی کیفیت کا اصل راز جو مجھے ایک دن اچانک معلوم

لے (حاشیہ صفحۂ گذشتہ) جن میں سے کبھی کبھی ایک شخصیت مرحوم ضیاء الحق کی بھی ہوتی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مجھے بہت بعد میں خود ضیاء الحق مرحوم ہی کے بتانے سے معلوم ہوا، ورنہ اس وقت چار پانچ صد افراد میں کون کون شامل ہیں اس کے جاننے کا کوئی ذریعہ میرے پاس موجود نہیں تھا۔

ہوا یہ تھا کہ اس کا سنگ بنیاد اُس مردِ درویش نے رکھا تھا جسے دنیا مولانا احمد علی لاہوریؒ کے نام سے جانتی ہے اور جس نے خود بھی پورے چالیس سال تک ارضِ لاہور پر درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ گویا معاملہ وہی تھا جو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے کہ ؎

"ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام"

۴۔ مسجدِ شُہداء افسوس ہے کہ خود ہمیں لوگوں کی سہولت، اور اس قرآنی دعوت و تحریک کی مصالح کے پیشِ نظر اس درس کو لاہور کے سب سے زیادہ مرکزی مقام یعنی مسجد شہداء ریگل چوک میں منتقل کرنا پڑا اس لئے کہ شہر سے سمن آباد جانے والے تمام راستے ٹریفک کی اصطلاح میں "بوتلوں کی گردنوں" (BOTTLE - NECKS) کی حیثیت رکھتے تھے جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی! چنانچہ مسجد شہداء میں درس کی حاضری مسجد خضراء سے بھی بڑھ گئی ـــــ وہاں بھی راقم نے پہلے مطالعۂ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب ہی بیان کیا۔ بعدازاں جب وہاں قرآن حکیم کا آغاز سے سلسلہ وار درسِ قرآن شروع ہوا اور سورۂ فاتحہ زیرِ درس آئی اور ایک صاحبِ خیر کی جانب سے مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر آیت بسم اللہ و سورۂ فاتحہ ہدیۃً تقسیم ہوئی تو معلوم ہوا کہ درس میں سات سو افراد شریک تھے۔ (اس لئے کہ کتاب کے سات صد نسخے تقسیم ہوئے!)

لاہور کے اتوار کی صبح کے اس مرکزی درسِ قرآن کی یہ رونقیں ۱۹۷۷ء تک لگ بھگ دس سال تک روزافزوں رہیں ـــــ لیکن ۱۹۷۷ء میں مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی حکومت کے خاتمے کے قریب اتوار کی بجائے جمعہ کی ہفتہ وار تعطیل کا اعلان کیا تو اس درس کی رونقیں رفتہ رفتہ ختم ہوگئیں۔ اس لئے کہ جمعہ کے دن خطبہ و نماز جمعہ کے ساتھ کسی اضافی پروگرام کا معاملہ ناقابلِ عمل ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تو یہ بھی ہوا کہ جمعہ ہی کو صبح ۹ بجے سے گیارہ بجے تک درس کی نشست رکھی گئی ـــــ اور پھر وہیں سے شرکاءِ درس براہِ راست جمعہ کی نماز کے لئے روانہ ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ یہ کوشش کی گئی کہ اُسی مسجد میں جہاں جمعہ کا خطاب ہوتا تھا پہلے باضابطہ چوکیاں لگا کر درس کی نشست ہوتی تھی اور پھر معمول کے مطابق خطابِ جمعہ اور خطبۂ مسنونہ و نماز۔ لیکن رفتہ رفتہ یہی محسوس ہوا کہ یہ ایک تکلّف ہے ـــــ چنانچہ خطابِ جمعہ ہی پر قناعت

کرنی پڑی ـــــ چنانچہ اب لاہور کے اتوار کی صبح کے مرکزی درسِ قرآن کی صرف سہانی یادیں باقی رہ گئی ہیں۔

خطابِ جمعہ کے سلسلے میں بھی ۱۹۷۷ء کی قومی اتحاد کی تحریک کے دوران جس نے رفتہ رفتہ عوامی احساسات و جذبات کے اعتبار سے تحریک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار کر لی تھی، چونکہ میں نے اسے ایک خالص سیاسی تحریک قرار دیا اور اس میں شمولیت اختیار نہ کی، مسجد خضراء میں کچھ صورتِ حال خراب ہوئی۔ اور بعض بد اندیشوں کو ریشہ دوانی کا موقع مل گیا ـــــ چنانچہ خطاب جمعہ بھی اوّلاً پنجاب یونیورسٹی کے نیو کیمپس کی مسجد میں اور بالآخر مسجد دارالسّلام، باغ جناح میں منتقل ہو گیا ـــــ یہاں یہ سلسلہ، بحمد اللہ، ان سطور کی تحریر کے وقت تک بخیر و خوبی جاری ہے، آئندہ کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے:

"وَمَا تَدۡرِی نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا وَمَا تَدۡرِی نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ !"

۵ - مسجد دارالسّلام باغِ جناح

مسجد خضراء کی طرح مسجد دارالسّلام کا بھی ایک خاص تاریخی پس منظر ہے، جو قارئین کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ جس مقام پر اب یہ خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے، وہاں بہت پہلے سے صرف ایک کچا چبوترا (پنجابی 'تھڑا') ہوتا تھا۔ جہاں اکثر و بیشتر شام کو باغ کی سیر کے لئے آنیوالوں میں سے چند، اور اسی طرح صبح کی سیر کرنے والے بعض حضرات نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔ راقم الحروف کو اب تک یاد ہے کہ ۵۲-۱۹۵۱ء میں فرسٹ اور سیکنڈ پرافیشنل ایم بی بی ایس کی تیاری کے لئے راقم بھی کبھی کبھی مسجد سے متّصل 'گلستانِ فاطمہ' میں مطالعے کے لئے بیٹھتا تھا تو ظہر کی نماز اسی چبوترے پر ادا کرتا تھا ـــــ بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں بھی اتوار کی صبح مولانا محمد علی قصوریؒ درس دیتے ہیں، ایک بار میں بھی کسی طرح وقت نکال کر شریک ہوا تو میرے اور مدرّس سمیت کل سات آدمی اس چبوترے کی زینت تھے ـــــ اس چبوترے پر باضابطہ مسجد کی تعمیر کرنل سلامت اللہ مرحوم کا وہ کارنامہ ہے جس کے لئے وہ ہمیشہ اس مسجد کے نمازیوں کے شکریے اور دعائے خیر کے مستحق رہیں گے۔ وہ خود ریٹائرڈ فوجی، اور نہایت دبنگ انسان تھے اور انہوں نے اُن تمام مغرب زدہ سول افسروں سے بھرپور

جنگ لڑی جو اس خوبصورت سیرگاہ کے حُسن کو مسجد کے وجود سے 'بدنما' بنانے پر تیار نہیں تھے۔ (چنانچہ ایک بار تو انہیں ایک کمشنر صاحب کے چہرے پر باضابطہ تھپڑ بھی رسید کرنا پڑا) بہرحال انہوں نے بڑی محنت ومشقّت اور جانفشانی وصرفِ کثیر سے "ادارہ دارالسّلام" جو ایک مسجد اور ایک لائبریری پر مشتمل ہے تعمیر کرایا ـــــ اور اس کے بعد ۷۷ء میں، مجھ سے کہنا شروع کیا کہ میں مسجد دارالسلام میں اپنے مشن کو جاری رکھوں۔ میں اب چونکہ مساجد کے بارے میں پھر بددل ہوگیا تھا لہٰذا معذرت کرتا رہا تا آنکہ ایک روز وہ ستّر چھتّر سالہ، طویل القامت، اور قوی الجثّہ انسان جس کی آواز بھی بھاری اور دبنگ تھی۔ میرے مکان کے باہر کرسی بچھا کر انتہائی مسکینی کے انداز میں یہ کہہ کر بیٹھ گیا کہ میں یہاں سے اُس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک تم میری فرمائش قبول نہیں کر دگے ـــــ ! چار دناچار میں نے حامی بھر لی ـــــ چنانچہ وہ دن اور آج کا دن مسجد دارُالسّلام، باغ جناح، لاہور کا اجتماعِ جمعہ ـــــ دنمازِ عیدین پاکستان بھر میں تو مشہور ہیں ہی، بیرونِ ملک بھی جانے پہچانے جاتے ہیں ـــــ یہاں تک کہ ۸۲-۸۳ء کے دوران جبکہ مغربی تہذیب کی دلدادہ خواتین کی جانب سے میری شدید مخالفت، اور مرحوم ضیاءالحق صاحب کی مجلسِ شورٰی سے میرے استعفٰے کے باعث میرا نام بیرون ملک بھی بہت اچھل گیا تھا، مسجد دارالسّلام کے اجتماعِ جمعہ ـــــ کا ذکر اور اس کے فوٹو وال اسٹریٹ جرنل نیویارک، ٹورنٹو اسٹار کینیڈا، اور لاس انجلیز ٹائم کیلیفورنیا تک میں شائع ہوئے۔

۶ - **حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن** | لاہور میں حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن کہاں کہاں قائم رہے، اس کا کوئی ریکارڈ نہ تو محفوظ ہے، نہ ہی اس کی چنداں ضرورت ہے۔ یہ حلقے جیسے کہ آغاز میں عرض کیا گیا تھا۔ کرشن نگر سے شروع ہوئے اور پھر دل محمد روڈ، سانده، ڈھولنوال، پنجاب یونیورسٹی اسٹاف کالونی، انجنیرنگ یونیورسٹی کے ہاسٹلز، ایم اے او کالج، میڈیکل کالج ہاسٹل کی مسجد، گڑھی شاہو میں حاجی عبدالواحد مرحوم کا مکان، اقبال کالونی، علاّمہ اقبال روڈ کی مسجد، رفاہِ عام ہال شاد باغ، برکت علی اسلامیہ ہال، مسجد بیرون شاہ عالمی گیٹ، آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس کے آفس واقع ۷۔ فرینڈیز

کالونی، ملتان روڈ، اور نمعلوم کہاں کہاں قائم رہے ــــــ گویا کم از کم لاہور کی حد تک تو ـ

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

والا معاملہ ہو گیا۔

ان میں سے بعض کے اجتماعات ہفتہ وار ہوتے تھے اور بعض کے پندرہ روزہ، چنانچہ جمعہ اور اتوار کے روز تو اکثر تین تین درس یا خطاب ہو جاتے تھے! پھر ان میں سے اکثر میں تو مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب مکمل بیان ہوا۔ بعض میں اس کی بھی تلخیص ہی بیان ہو پائی۔

بہر حال ان میں راقم کی جو توانائیاں صَرف ہوئیں اُن کے ضمن میں راقم کو تو اُس وقت بھی پورا اطمینان تھا اور آج بھی کامل اطمینان ہی نہیں انشراح و انبساط ہے کہ ــ "جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!" کے مصداق وہ توانائیاں اور قوتیں اللہ ہی کی عطا کردہ تھیں اور اگر اس تعالیٰ ہی کے کلام کے اِفشاء (حدیثِ مبارک میں الفاظ وارد ہوئے ہیں "وَافْشُوْهُ") و اشاعت میں صرف ہو گئیں تو اِن کا اس سے بہتر اور کیا مصرف ممکن تھا! ــــــ البتہ بعض بزرگوں نے جو تنبیہ کی تھی اُس کی صداقت بہت جلد ظاہر ہو گئی ــــــ ــــــ مثلاً شیخ سلطان احمد صاحب، کراچی نے انگریزی محاورے کے حوالے سے متنبّہ کیا تھا کہ آپ تو اپنی شمع صرف دونوں اطراف ہی سے نہیں بیچ میں سے بھی جلا رہے ہیں۔ ــــــ اور مولانا جعفر شاہ پھلواروی مرحوم نے فرمایا تھا کہ: "آپ کیا غضب کر رہے ہیں! ہم تو جب جمعہ پڑھایا کرتے تھے تو معمول یہ ہوتا تھا کہ پورا جمعرات کا دن یا آرام کرتے تھے یا جمعہ کے خطاب کے بارے میں سوچ بچار، اور پھر نہ صرف یہ کہ جمعے کے دن نہ صبح کوئی کام کرتے تھے نہ شام کو، بلکہ ہفتہ کا دن بھی کامل آرام کرتے تھے!" بہر حال میری اعتدال سے بڑھی ہوئی جانفشانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۷۸ء میں صحت نے ایک دم جواب دے دیا، جس کی تفصیل میں اپنی ایک دوسری تحریر میں درج کر چکا ہوں ــــــ قصّہ مختصر یہ کہ اواخر ۷۸ء میں مَیں اس دوراہے پر کھڑا تھا کہ "یا چناں کن یا چنیں" کے مصداق یا تو یہ دعوت و تحریکِ قرآنی جس حد تک آگے بڑھ آئی ہے اس سے بھی قدرے پسپائی اختیار کر کے اِسے

کر دیا جائے کہ بس اس سے زیادہ نہیں، یا پھر میڈیکل پریکٹس کو خیر باد کہہ کر "ہمہ تن اور ہمہ وقت" اسی میں لگ جایا جائے ـــــ اور الحمدللہ کہ فروری ۱۹۷۱ء میں حج کے موقع پر ارضِ مقدّس میں حتمی طور پر مؤخر الذکر فیصلہ کر کے راقم واپس آیا اور آتے ہی مطب بند کر دیا اور جملہ اوقات اور کل توانائیاں اسی ایک کام پر مرتکز کر دیں۔ تو مارچ ۱۹۷۱ء سے اس دعوت و تحریک کی رفتار پہلے سے ایک دم کئی گنا بڑھ گئی۔ چنانچہ ایک جانب تو اس کا لاہور سے باہر دائرۂ اثر جو اس وقت تک صرف 'میثاق' اور دوسری مطبوعات یا گاہے گاہے بیرونی اسفار تک محدود تھا ایک دم بہت وسعت اختیار کر گیا (اس کا تفصیلی ذکر اس دعوت و تحریک کے دورِ ثانی کی رُوداد کے ضمن میں آئے گا۔) اور دوسری جانب ۲۱ مارچ ۱۹۷۲ء کو 'مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور' کا قیام عمل میں آگیا اور یہ دعوت و تحریک اپنے دوسرے دور میں داخل ہو گئی۔

۶۔ آغاز سے سلسلہ وار درسِ قرآن

لاہور کے ان حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن اور مرکزی درس کے ضمن میں اس بات کا بھی ذکر ہو جائے تو اچھا ہے کہ مسجد خضراء میں راقم نے آغاز میں منتخب نصاب کا درس دیا تھا، اس کی تکمیل پر شروع سے مسلسل درسِ قرآن شروع ہوا۔ پھر اک بار کسی سبب سے قدرے وقفہ ہوا تو دوبارہ پھر ایک بار منتخب نصاب کا اعادہ کیا ـــ اور اس کے بعد مسلسل درس جاری کیا ـــ پھر مسجد شہداء میں بھی اوّلاً منتخب نصاب ہی بیان ہوا، اس کے بعد وہاں بھی آغاز سے مسلسل درس شروع کر دیا۔ اس طرح ایک زمانے میں لاہور میں ان دو مقامات پر مسلسل درس جاری تھا۔ (بعد میں مسجد خضراء کا درس مسجد دارالسّلام میں منتقل ہو گیا۔) لیکن افسوس کہ اتوار کی صبح کی نشست کے ختم ہو جانے کے باعث اس مسلسل درس کا سلسلہ بہت سُست رفتاری سے آگے بڑھ سکا۔ چنانچہ ان سطور کے تحریر کے وقت تک یہ درس اٹھائیسویں پارے کے اختتام تک پہنچ سکا ہے۔ مزید افسوس کی بات یہ کہ اگرچہ بہت سے حصّوں کے دروس ٹیپ میں محفوظ ہیں، اس کی مکمل اور مسلسل ریکارڈنگ محفوظ نہیں ہے۔ اور اگرچہ بہت سے احباب کا شدید تقاضہ ہے کہ ایک بار از سرِ نو سورۂ فاتحہ سے آغاز کر کے پورے قرآن حکیم کے درس کو ٹیپ میں محفوظ کر لیا جائے اور "فی الوقت" قرآن

آڈیٹوریم"، کا جو عظیم منصوبہ زیرِ تکمیل ہے اس کی بنیاد میں بھی یہی خواہش یا آرزو کارفرما ہے۔ لیکن اپنی عمر اور صحت کی کیفیت کے پیشِ نظر اس کی امید بہت ہی کم ہے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ـــــــ اور ظاہر ہے کہ اس کی شان یقیناً یہ ہے کہ " وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" ـــــــ اور ہمارا ایمان بھی یہ ہے کہ ہوگا وہی جو وہ تعالیٰ چاہے گا! اور ہمارے شایانِ شان تو یہی ہے کہ اس کی رضا پر راضی رہیں ـــــــ!

" لاہور کے حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن" اور " اتوار کی صبح کے مرکزی درس" کا یہ بیان نامکمل رہے گا ـــــــ اگر دو چیزیں ہدیۂ قارئین نہ کردی جائیں

۷ ۔ اعلان شائع شدہ 'میثاق' جنوری ۷۶ء | ایک 'میثاق' بابت جنوری ۱۹۷۶ء کے کور کے اندرونی جانب شائع شدہ اعلان کا عکس،

حسن اتفاق سے اس بار ہجری اور عیسوی سن تقریباً ساتھ شروع ہوئے ہیں
اور ان کے ساتھ ہی لاہور میں

ڈاکٹر اسرار احمد

کی قرآن مجید کے علم و حکمت کے نشر و اشاعت کی مساعی بھی آٹھ سال مکمل
کرکے نویں میں داخل ہوگئی ہیں اور اس وقت ان کے

درس قرآن کی مستقل ہفتہ وار نشستوں

کا پروگرام حسب ذیل ہے:

ـــــــ (۱) ـــــــ

ہر جمعرات کو بعد مغرب برکت علی اسلامیہ ہال میں

مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کا نصف آخر زیر درس ہے

ـــــــ (۲) ـــــــ

ہر جمعہ کو قبل جمعہ (۱ بجے) جامع مسجد نیو یونیورسٹی کیمپس میں

مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب ابتداء سے زیر درس ہے

ـــــــ (۳) ـــــــ

ہر ہفتہ کو بعد عصر مسجد دارالسلام باغ جناح میں

قرآن حکیم سورۂ بنی اسرائیل سے آگے سلسلہ وار زیر درس ہے

(۴)

ہر اتوار کو صبح ۹ بجے، مسجد شہداء ریگل چوک میں

قرآن حکیم ابتداء سے سلسلہ وار زیر درس ہے

(حال ہی میں تیسرے پارے کا آغاز ہوا ہے)

ع ''صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے''

المعلن

میاں محمد رشید، ناظم اعلیٰ، انجمن خدام القرآن لاہور

۸ - کچھ ذاتی، اور بعض ناقدین کے تأثرات دوسرے ان دروس کے بارے میں خود میرے اپنے اور دو دیگر حضرات کے تاثرات کے ذکر پر مشتمل میری تحریر جو دسمبر ۱۹۷۶ء کے 'میثاق' میں اس وقت شائع ہوئی تھی جب مولانا امین احسن اصلاحی سے میرے تعلقات کشیدہ ہو گئے تھے، اور ان کی جانب سے میری مخالفت کی مہم شدت کے ساتھ جاری تھی۔

'اور اس عاجز پر اللہ کا یہ بڑا فضل ہے...... اور سب سے بڑھ کر اطمینان بخش بات یہ ہے کہ اس دعوت کا آغاز نہ کسی مصنّف کی تصانیف سے ہوا نہ کسی خطیب کے خطبات و تقاریر سے بلکہ ب 'اللہ' درسِ قرآن' سے ہوا ــــــ اور اللہ کی کتاب کی ترجمانی اور افہام و تفہیم میں بھی' بفضلہٖ تعالےٰ و عونہٖ' کسی ایک لکیر کی فقیری نہیں بلکہ ابوالکلام اور ابوالاعلیٰ کی دعوتِ جہاد کا عنصر بھی شامل ہے اور فراہیؒ اور اصلاحی کے تفکّر و تدبّر[۱] کا جوہر بھی، اور شیخ الہندؒ اور شیخ الاسلامؒ کے احوالِ باطنی و نکاتِ روحانی کی چاشنی بھی موجود ہے اور ڈاکٹر اقبال کے جذبۂ ملّی کی حرارت اور ان کی اور ڈاکٹر رفیع الدین کی علوم جدیدہ اور فکر جدید پر قرآن حکیم کی روشنی میں جرح و تنقید کی کڑوی کونین بھی! ــــــــــــــ

یہی وجہ ہے کہ ناقدین نے تو یہ کہا ہے کہ " آپ کے درس کے بارے میں یہ بات بہر حال ماننی پڑتی ہے کہ اس سے ہر شخص کچھ نہ کچھ ضرور لے کر اٹھتا ہے[۲]۔ اور احباب کا کہنا یہ ہے کہ اس میں حد درجہ 'جامعیّت' ہوتی ہے ــــــ اگر ان کا خیال کسی بھی درجے میں صحیح ہے اور جامعیت سے کوئی حصّہ راقم کو فی الواقع ملا ہے تو یہ سراسر فیض

ہے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے اُنسِ قلبی، مناسبتِ ذہنی اور کسی درجے میں نسبتِ روحانی کا۔ اور اگر ان کا خیال مطابقِ واقعہ نہیں تب بھی راقم ربّ العزّت سے خواست گار ہے کہ وہ اسے اُس جامعیتِ کُبریٰ میں سے قدرِ قلیل ہی سہی مگر کچھ نہ کچھ حصہ ضرور عطا فرما دے جس کا مظہرِ اتم تھے بارھویں صدی ہجری میں امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور چودھویں صدی ہجری میں شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ ——— گویا بقول اقبالؔ ؎

"میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہر کی آبرو میں ہوں خزف تو تُو مجھے گوہرِ شاہوار کر!"

اور ظاہر ہے کہ اللہ کی شانِ کریمی سے یہ بعید بھی نہیں۔ ع

"شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را"

لے یہ بات اب تو یقیناً مولانا اصلاحی اور ان کے بعض شاگردوں کو بہت ناگوار ہوگی لیکن غالباً مولانا بھولے نہ ہوں گے جناب وحید الدین خاں صاحب، مؤلف "تعبیر کی غلطی" اور مدیر مجلّہ "الرسالہ" دہلی کی شہادت جو انہوں نے راقم کے بعض دروس میں شمولیت کے بعد مولانا کے سامنے دی تھی کہ راقم کے درس میں فکرِ فراہیؒ کے اثرات سموئے ہوئے ہیں اور اگر یہ یاد نہ ہو تو بھی مولانا کے اپنے وہ الفاظ تو مطبوعہ موجود ہیں جو انہوں نے "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" پر تقریظ میں تحریر فرمائے تھے کہ ——— "اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کے قلم میں برکت دے کہ وہ ایسی بہت سی چیزیں لکھنے کی توفیق پائیں۔ ہماری بہت سی عزیز امیدیں ان سے وابستہ ہیں" عجب اتفاق ہے کہ اسی کے لگ بھگ الفاظ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے مولانا حمید الدین فراہیؒ کی وفات پر تعزیتی مضمون میں ان کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اصلاحی کے بارے میں لکھے تھے کہ "...... جن میں قابلِ ذکر مولوی امین احسن اصلاحی ہیں، ہماری آئندہ توقعات ان سے بہت کچھ وابستہ ہیں"۔

لے یہ الفاظ ہیں مولانا اصلاحی کے شاگردِ رشید جناب خالد مسعود صاحب کے برادرِ نسبتی ڈاکٹر انوار احمد بگوی کے جو راقم کے کرم فرماؤں، اور شدید ناقدوں میں سے ہیں۔

۹ ۔ مولانا اصلاحی کا درس قرآن وحدیث

کرشن نگر میں جیسے ہی میرے حلقۂ درس شروع ہوئے، میں نے ایک ہفتہ وار درس قرآن وحدیث مولانا امین احسن اصلاحی کا بھی شروع کرا دیا۔ جو ابتداءً میرے ہی مکان پر ہر اتوار کی سہ پہر کو ہوتا تھا لیکن کچھ عرصے کے بعد ہیرن روڈ کی مسجد میں منتقل ہوگیا۔ اس درس میں ابتداءً تو حاضری اچھی رہی لیکن جلد ہی محسوس ہوا کہ مولانا کے علمی مقام اور سامعین کی ذہنی سطح کے مابین فرق وتفاوت بہت زیادہ ہے لہٰذا لوگوں کی دلچسپی کم ہوتی چلی گئی۔ ادھر کچھ عرصہ کے بعد مولانا شدید علیل ہوگئے اور یہ علالت بھی کچھ اعصابی اور کچھ ذہنی تھی ـــــ لہٰذا یہ سلسلۂ درس بھی منقطع ہوگیا۔

★★★

حضرت مولینا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

اپنی تالیف وحدت اُمت میں اگر

○ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مولانا سید انور شاہ کاشمیری رحمہما اللہ

کے دو ایمان افروز اور سبق آموز واقعات کے سوا اور کچھ نہ لکھتے

تب بھی یہ کتاب موتیوں میں تُلنے کی مستحق ہوتی

وقت کے اہم ترین موضوع پر اس بہترین اور مفید ترین کتاب کو

اب مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے شایانِ شان طور پر شائع کیا ہے۔

بڑے سائز کے ۵۲ صفحات ○ عمدہ دبیز کاغذ ○ دیدہ زیب کور

ہدیہ : ۴ روپے ○ علاوہ محصول ڈاک